© rasailojaraid.com

چند اشعار:۔

نہر پہ سایہ دار شجر کے جال سے موجیں اُلجھی ہیں
کوئی حَسن، اِس اُلجھاوے کو جانئے، ذرا سلجھا آئیے

دو گھڑی پاس رہو، حال نہ پوچھو میرا
درد احساس ہی احساس ہے، آواز نہیں

محبت کا بھوکا ہے سارا زمانہ
محبت بھری آنکھ سے مُسکراؤ

آج کل آدمی کا مسلک
زندگی کی صریح عریانی

جتنی آنکھیں ہیں اتنے نظارے
جتنے نظارے، اتنی حیرانی

کوئی آہٹ ہے رگِ جاں کے قریب
تیرے ہونے کا گماں ہوتا ہے

ہم نے دِل اُس کو ہی جانا ہے حَسن
ہر گھڑی درد جہاں ہوتا ہے

اپنا چہرہ ہو، ہر اک تصویر میں
فن یہی ہے اور یہی معراجِ فن

پھول اُگ سکتا ہے صحرا میں مگر
چاہیے اس کے لیے دیوانہ پن

ایک بزرگ ادیب و شاعر کے بارے میں اپنی طرف سے کچھ زیادہ کہتے ہیں جھجک بھی تو ہوتی ہے

شمع اور دریچہ | جناب محمد ابن الحسن سید۔ ناشر: ادارۂ علم و فن پاکستان، پشاور۔ ملنے کا پتہ: مکتبہ راول رویل راولپنڈی۔ طباعتی معیار، جلد اور سرورق خوشنما!

قیمت: ۳۵/- روپے

ایک مسافر جو بھاگلپور سے پٹنہ گیا۔ وہاں سے ڈھاکہ پہنچا، پھر اسلام آباد کی طرف بڑھا۔ وہ اسلام آباد سے اکتوبر ۸۲ء کو تخیل کی ایک ٹائم مشین تیار کر کے سفرِ امریکہ پر روانہ ہو گیا۔ یہ کتاب اسی سفر کا حصہ ہے، مگر مروجہ سفرناموں کی لکیروں کی فقیری سے اجتناب کرتے ہوئے ابن الحسن سید نے ذرا مختلف انداز اختیار کیا ہے۔ میں سنجیدگی و پاکیزہ گفتاری کے ساتھ ہلکے پھلکے دل خوش کُن مزاج کا لطیف امتزاج دیکھ کر حیران ہوں۔ پھر اس نگارش میں ایک جذبہ، ایک شعور، ایک مقصد رُوح بن کر رچا بسا ہے۔ اپنی مقصدیت کا خلاصہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بالفاظِ مؤلف یہ سب ہے کہ "عصرِ حاضر پر رواں تبصرہ" — اور اس تحریر کی شان میں ڈاکٹر وحید قریشی نے کیا خوب کہا کہ "آج کل ہمارے یہاں بھدی اور بنجر نثر لکھنے کا رواج عام ہو رہا ہے، محمد ابن الحسن سید نے خوبصورت اور نوک پلک سے درست نثر نگاری کی داغ بیل ڈال دی ہے۔" (فلیپ اوّل)

اب جناب مؤلف کے چند جملے:

"ماضی جس کے بغیر کوئی آئندہ نہیں، جہاں لوٹنا تو ممکن نہیں لیکن جس کی بازخوانی اس لیے بھی ضروری ہوتی ہے کہ مستقبل میں آرزومندی کے ساتھ آگے بڑھ سکیں۔" (ص-۱۰)

"اپنی تاریخ پر اصرار اس بات پر اصرار ہے کہ دوسروں کے ساتھ ہمیں بھی اپنے تعصبات کے ساتھ پُرامن ماحول میں زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔" (ص-۱۳)

"کسی نے پھول کو توڑنا بھی چاہا تو اس طرح کہ اوس چھلکے نہیں، پھول بکھرے نہیں۔" (ص-۱۷)

"جہاں بھی گئے (مُراد ہے ہمارے اسلاف - ن - م ع) انھوں نے اپنی تہذیب کی بنیاد گہری اور کرسی اونچی رکھی اور اس کرسی پر صدیوں کے پسے ہوئے انسانوں کو لا بٹھایا۔" (ص-۴۸)

"اب تو بس اتنا ہی چاہیے کہ انسانی اعضا کے زیادہ سے زیادہ فاضل پرزے مہیا ہوں تاکہ اس کی طبیعی عمر کو امکانی حد تک طول دیا جا سکے، اور اس کی پیداواری اور صرفی صلاحیت میں اضافہ ہو۔ اس ماحول میں شاعری کی گنجائش کیا رہ جاتی ہے۔ کچھ ہو بھی تو شاید کمپیوٹر میں الفاظ ڈھالے جا سکتے ہیں۔" (ص-۸۵)

اب ان چند جملوں سے ایک ہلکی سی جھلک دکھلانے کے یہ معنی تو نہیں کہ سفرنامہ کا اجمالی سا بھی تصور دلایا جا سکے، جو جو دلچسپ عنوان اور تمثیلیں اور استعارات، نیز ٹکراتے ہوئے نظریات اور تہذیبوں کے جو مسائل جناب ابن الحسن سید نے بیان کیے ہیں اور جن بہت سی شخصیتوں اور ان کے افکار کا تعارف کرایا ہے، وہ ساری چیزیں کیسے یہاں نمایاں ہو جائیں۔ سید صاحب تو یہ

© rasailojaraid.com